مساوات، آزادی نے تین براعظموں کا خاندانی نظام تباہ کر دیا

مشرق و مغرب دونوں تباہی کی راہ پر

مرد و عورت کی مساوات کے مغربی نظریے کی ہلاکت خیزی

دنیا کی تاریخ میں پہلی مرتبہ نقل مکانی کرنے والوں میں نصف عورتیں ہیں

Judy Heymann کی معرکتہ الآراء کتاب Forgotten families میں سرمایہ دارانہ نظام اور مغربی تہذیب فلسفہ کی بہیمیت کے اثرات اور عورت و مرد کی مساوات کے شیطانی فلسفے کے گھریلو زندگی پر اثرات پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ Judy H. نے اپنی تحقیق کے لیے بولٹسوانا سے لے کر ویت نام تک سینکڑوں خاندانوں سے انٹرویو کیے ہیں۔ اس تحقیق نے بڑے خاندانوں کے حوالے سے بہت سے قدیم تصورات کے غبارے سے ہوا نکال دی ہے۔ ملازمت پیشہ خواتین کی تعداد ترقی پذیر دنیا میں تیزی سے بڑھ رہی ہے۔ نیز دیہی علاقوں سے شہری علاقوں کی طرف نقل مکانی کا رجحان بھی زور پکڑ رہا ہے۔ ان دونوں عوامل کی وجہ سے بچوں کی پرورش اور نگہداشت کے قدیم تصورات اور ادارے ختم ہو رہے ہیں اور بچوں کا کوئی پرسان حال نہیں ہے۔ نئی نسلیں ماں باپ کے بغیر آزادانہ طور پر پل رہی ہیں اور تباہی کے دہانے پر ہیں۔ قدیم اجتماعیتوں اور خاندانوں کا نظام ختم ہو گیا ہے۔ بالخصوص وہ روایتی خاندانی نظام جہاں نانی اور دادی یا گھر کا کوئی بزرگ یا بڑے کنبے کے مشترکہ مکین ایک دوسرے کی مدد کرتے تھے اور مثلاً ماں کام پر گئی ہے ان کے پیچھے ساس، نند بچوں کی پرورش کا فریضہ سرانجام دیتی تھی۔

لبرل سوسائٹی کا المیہ یہ ہے کہ اس نے تمام قدیم ادارے اجتماعتیں پارہ پارہ کر دیں اور نئی اجتماعیتوں کو جنم نہ دے سکی خاندان کی تباہی لبرل معاشرے کا سب سے بڑا جرم ہے ہوس و حرص، حسد اور آزادی کے تصورات نے ذمہ داری، محبت، محنت، قناعت، درگزر برداشت کی صفات کو ختم کر دیا لہٰذا وہ قدیم ادارے بھی ختم ہو گئے۔ اور ان کا متبادل ہاسٹل، ڈے کیئر سینٹر، ہوٹل، کلب، کیسینو، اولڈ ہومز کی صورت میں تلاش کیے گئے لیکن

یہ جزوی متبادل تھے لہذا مغرب کی عورت سخت پریشان ہے وہ نوکری کے لیے بارہ گھنٹے گھر سے باہر رہتی ہے۔لیکن اس عرصے میں اس کے گھر کو کون سنبھالے یہ ہر گھر کا مسئلہ ہے اس کا حل یہ ڈھونڈا گیا کہ بیرونی دنیا سے عورتیں درآمد کر کے مسئلہ کو حل کیا جائے لیکن جس گھر سے عورت کو درآمد کیا گیا اس عورت کے بچوں کو سنبھالنے کا کوئی انتظام نہیں ہوسکا۔]

ایشیا اور وسطی امریکہ میں ملازمت پیشہ ماؤں کی مائیں شاذ ہی ان کے ساتھ ہوتی ہیں کہ وہ ان کے بچوں کو سنبھالیں، نہ ہی یہ مائیں ان بچوں کو اپنے ساتھ فیکٹری لے جاسکتی ہیں۔ یہ صورت حال ترقی یافتہ دنیا کی ماؤں کی ہے جو کہ کام کرنے کے اوقات کے دوران بچوں کی پرورش کے لیے قابل اعتماد سہارا تلاش کررہی ہیں اور بچے کے اسکول کی چھٹی یا بیماری کی صورت میں پریشان رہتی ہیں۔[اس مسئلے کا پورا کا پورا بوجھ عورت کے سر پر ہے]اس کی تفصیلات کہ یہ عورتیں ان مسائل سے کیسے نمٹتی ہیں کافی تکلیف دہ ہے۔

ہاورڈ یونیورسٹی کے ریسرچ پروجیکٹ کے تحت ہونے والی تحقیق کے نگراں Heymann کے مطابق کام کی جگھوں پر بچوں کے لیے نرسری کا وجود نہ ہونے کے برابر ہے۔ نیز دوران ملازمت زچگی کی تعطیلات، خاندانی مسائل کی صورت میں تعطیلات وغیرہ کے قوانین سخت ہیں۔

Heymann کے مطابق اس نے جن خاندانوں سے انٹرویو لیا ان میں سے ۳۶ فیصد خاندانوں نے اعتراف کیا کہ وہ اپنے چھوٹے بچوں کو گھر میں اکیلا چھوڑتے ہیں۔ ۳۹ فیصد کا کہنا تھا کہ وہ اپنے بیمار بچوں کو گھر پر اکیلا چھوڑ دیتے ہیں جب کہ ۲۷ فیصد کا کہنا تھا کہ وہ دوسرے بچوں کی نگرانی میں چھوٹے بچوں کو چھوڑتے ہیں۔

والدین نے محققین کو بتایا کہ ان کے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہیں ہوتا کہ وہ اپنے چھوٹے بچوں کو آٹھ سالہ بچے کی نگرانی میں چھوڑ دیں۔بعض اوقات خطرے سے بچانے کے لیے وہ بچوں کو تالے میں بند کر کے جاتے ہیں۔اس کے باوجود بچوں کی حفاظت کا مسئلہ اہم ترین ہے۔

A young mother working in a free trade zone in Asia or central America rarely has her mother nearby to help out, and she can't take her child to a factory. The problems she faces are deeply familiar to women in the developed world - finding reliable childcare, coping when the child is sick or has school holidays - but the picture of how she copes (and the burden of coping does fall disproportionately on women) is dramatically more stark, according to

Heymann's Harvard research project. Places at workplace nurseries are often limited or nonexistent, and employment rights, such as decent maternity leave or leave or a family emergency, are restricted. Heymann found that of the families they interviewed, 36 per cent admitted they had had to leave young children at home alone, 39 per cent had left a sick child at home alone and 27 per cent had left a child in the care of another child.

Parents described in interviews with researchers how they had no choice but to leave eight years olds in charge of their toddler siblings, sometimes locking them into the home to try to ensure their safety. But safety is one of the biggest problems -in half of the families interviewed in Botswana and Mexico, children had suffered accidents while their parents were at work.

بوسٹ وانا اور میکسکو میں انٹرویو کیے جانے والے خاندانوں نے بتایا کہ اکثر حادثات اس وقت پیش آتے ہیں جب وہ کام پر ہوتے ہیں۔ اس حقیقت نے پرورش کی ذمہ داری اور بدتر قوانین والے اداروں کے درمیان تعلقات کو اور گھمبیر بنا دیا ہے۔

ترقی پذیر دنیا میں بچوں اور بڑوں کی تعداد کا شرح تناسب ترقی یافتہ ممالک کے مقابلے میں ۵۰ فیصد زیادہ ہے یعنی ترقی پذیر دنیا میں بچوں کی تعداد بڑوں سے دگنی ہے۔ اسی طرح بیماریوں کی شرح بھی زیادہ ہے۔ ترقی پذیر دنیا میں ایڈز کی بیماری نے صورت حال کو مزید بدتر بنا دیا ہے۔

ایشیاء میں آزاد تجارت [Free Trade] کے عمل نے ایک طرف لاکھوں خاندانوں کی مادی حالت کو بہتر بنایا ہے تو دوسری طرف نگہداشت اور دیکھ بھال کے ضمن میں انھیں ناقابل تلافی قیمت چکانی پڑ رہی ہے۔ بچے پیدا ہونا اور پھر ان کی پرورش اور بیماروں اور بوڑھوں کی دیکھ بھال کرنا یہ تمام امور مشکل سے مشکل تر ہوتے جا رہے ہیں۔

What makes the picture all the more bleak is

that there is a bigger care burden in many developing countries, which makes the conflict between the demands of poorly regulated workplaces and care responsibilities acute. The ratio of children and elderly to working aged adults in more than 50 per cent higher than in the developed world and the illness rates are higher; Aids will hugely aggravate the care burden in countries across the developing world. Burgeoning free-trade zones across Asia may well be improving the material conditions of many millions of families, but there is and uncounted cost in unmet needs in the care economy - the routine tasks of having and raising children, and caring for the sick and the elderly.

کام اور زندگی کے معمولات کے درمیان توازن کا مسئلہ صرف مغربی سیاست دانوں کا مسئلہ نہیں رہا ہے بلکہ پوری دنیا میں معاشی سرگرمیوں کو چلانے والے اداروں کے اوقات کار، گھریلو زندگی اور دوسری ذمہ داریوں پر حاوی ہوتے جا رہے ہیں۔ ترقی یافتہ اور ترقی پذیر دونوں ممالک میں اجرت والے کاموں میں زیادہ پیسہ دے کر طویل اوقات کی ملازمت کے قوانین کی وجہ سے نگہداشت کا مسئلہ پیدا ہو رہا ہے۔

مغرب نے ماؤں کی غیر موجودگی میں بچوں کی پرورش کے مسئلے کا حل بیرونی نرس یا آیاؤں کی خدمات حاصل کر کے ڈھونڈ لیا ہے۔ کسی باہر کی عورت کو پیسے دے کر یہ خدمات حاصل کر لی جاتی ہیں۔ ان میں زیادہ تر ترقی پذیر دنیا سے ہجرت کر کے آنے والے خاندانوں کی خواتین شامل ہیں۔ اس طرح مغرب نے اپنے بچوں کی پرورش کے مسئلے کا حل ترقی پذیر دنیا میں پرورش کا خلا پیدا کر کے حاصل کر لیا ہے۔ یہ بات ناگوار ہے کہ ایک عورت بارہ گھنٹوں کے لیے اپنے بچوں کو تنہا چھوڑ کر کام پر جائے مگر یہ اس سے زیادہ تکلیف دہ ہے کہ ایک عورت کئی سالوں کے لیے جہاز پر بیٹھ کر اپنے بچوں کو چھوڑ کر ایک براعظم سے دوسرے براعظم چلی جائے تا کہ کسی اور کے بچے کی پرورش کر سکے۔

Work-life balance is not just part of the politics of affluent west; it's part of a global story of how the organization of economic life is invading ever more aggressively the processes and relationships of

care increasingly, in the affluent west and the developing world, the inflexible demand of long hours of paid employment are patronized over domestic responsibilities - leaving a care gap.

The solution in the west is to outsource care – pay someone else to do it– and that is often is provided by migrant female labor from the developing world. So the care gap of the west is resolved at the cost of exacerbating the care gap of the developing world.

It is bad enough when a woman has to leave her children alone to go to work or in a factory for 12 hours a day; it is even worst when a women leave her children behind for years at a time, using some of her pay to cover the cost of maid substitute.

امریکی ماہر تعلیم Arlie Russell Hoch Schild [آرلی رسل ہوش چائلڈ] نے اسے Care-drain قرار دیا ہے۔ترقی پذیر دینا سے لاکھوں نوجوانوں عورتیں غیر ترقی یافتہ مما لک کی طرف ہجرت کر رہی ہیں تا کہ وہاں کے بچوں، بیماروں اور بوڑھوں کی نگہداشت کر سکیں۔

Care-drain کا عمل تیزی سے بڑھتا ہوا محسوس ہو رہا ہے۔۲۰۲۰ء تک صرف امریکہ دنیا کی تمام نرسوں کو درآمد کرنے والا واحد بڑا ملک ہو جائے گا۔اس کی وجہ وہاں بوڑھے شہریوں کی تعداد میں زبردست اضافہ بھی ہے۔

It's a form of asset stripping – though the asset is not oil or diamond but "care". Alongside economic inequality emerges the inequality of care. It 's what the American academic Arlie Russel Hocshchild describes as the "care drain", as the young woman move to a richer countries to care for young, sick and elderly. The scale of this care drain is

projected to grow dramatically; by 2020 the US alone will be able to absorb the entire world supply of nurses, a demand in part generated by an increasingly elderly population.

For the first time in the history, half of all migrants are women. In some countries, such as Sri Lanka and Thailand women make up the majority of all migration. For many of them it is need to earn to care for their own children that forces them to leave; the average age of migrant women entering in the US is 29, an age by which most of them have had children.

دنیا کی تاریخ میں پہلی دفعہ نقل مکانی اور ترک وطن کرنے والے افراد کی نصف تعداد عورتوں پر مشتمل ہے۔فلپائن، سری لنکا اور تھائی لینڈ سے ترک وطن کرنے والوں میں اکثریت خواتین پر مشتمل ہے۔ کیوں کہ ان کو اپنے بچوں کی پرورش کے لیے دوسروں کے بچوں کی پرورش کی ذمہ داری اٹھانی پڑ رہی ہے۔امریکہ میں آنے والی نرسوں کی اوسط عمر ۲۹ سال ہے اس عمر کی اکثر خواتین کے اپنے بچے ہوتے ہیں جن کی انھیں پرورش کرنی ہوتی ہے۔

بیسویں صدی تک گھر اور بیوی کو اس بے رحم دنیا میں جگہ سکون، طمانیت کا واحد سہارا قرار دیا جاتا تھا جو کہ روزمرہ کے ہنگاموں، معاشی زندگی کی تگ و دو کے سمندر میں ایک پرسکون خوبصورت جزیرے کی مانند محفوظ جگہ تھی جو زندگی اور زمانے کی آلودگیوں سے پاک محبت اور رحمت کا بے نظیر جزیرہ تھا۔مگر اب ایسا نہیں ہے۔ ہوش چائلڈ نے کیلفورنیا سے شائع ہونے والے ایک اشتہار کا حوالہ دیا ہے جس کا موضوع Rent-A-Mom ہے۔ اس اشتہار میں ایسی خاتون کی ضرورت کا اظہار کیا گیا ہے جو تمام گھریلو کام کر سکتی ہو جس میں بچوں کی نگہداشت سے لے کر الماریوں کی صفائی، خاندانی تصاویر کی البم کی ترتیب، سالگرہ کی تقریب کا انتظام کرنا، بزرگ رشتہ داروں کے ساتھ Quality time (معیاری وقت) گزارنا وغیرہ شامل ہے۔

To Hochschild, the family and the traditional caring roles of women represent the last commodity frontier'. In the 20th century the model of home and the wife was idealized as a haven in a heartless world; this was the one area of life kept separate from the

principles of competition and efficiency and the market disciplines of economic life no longer.

Hochschild cites agencies advertising in her home state of California, such as Rent– A– Mom, which can undertake any domestic task from childcare to clearing out closets, sorting family photo albums organizing birthday parties and spending quality time with elderly relatives. All for a fee.

اس اشتہار میں ان فرائض کا ذکر نہیں کیا گیا ہے جو ایک اجنبی عورت کو ایک اجنبی ماحول میں اجنبی مردوں سے اختلاط کے نتیجے میں جبراً یا بہ رضا و رغبت یا نفس کے شریر تقاضوں کے تحت مجبوراً یا بہ خوشی انجام دینے پڑتے ہیں۔ امریکہ اور یورپی ممالک میں ایشیا، افریقہ وغیرہ سے آنے والی خادماؤں کے ساتھ کیا سلوک کیا جاتا ہے؟ اس پر بہت سی رپورٹیں شائع ہوچکی ہیں خصوصاً سفارت کاری کے شعبے سے تعلق رکھنے والوں نے بیرونی خادماؤں کی سہولت کا کثرت سے فائدہ اٹھایا ہے اور پھر ان خادماؤں کے ساتھ جو کچھ ہوا وہ طلسم ہوشربا ہے جس کی جھلکیاں کبھی کبھی مغربی ذرائع ابلاغ میں نظر آتی ہیں لیکن ان جھلکیوں اور خبروں اور اطلاعات کی حیثیت سمندر میں ڈوبے ہوئے اس عظیم الشان پہاڑ کی طرح ہے جس کی صرف چوٹی نظر آرہی ہے لیکن اس کی تہہ میں کتنے طوفان، کتنے آلام اور کتنی کہانیاں گمشدہ ہیں۔ اس کا محض اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ مشرق اور مغرب کے مابین آبادی کا یہ تبادلہ ایک طرف مغرب میں جوان نسل کا اختتام و انہدام ہے اور دوسری طرف مشرق سے بہترین روزگار کی تلاش میں جوان نسل کا ترک وطن پر بخوشی مائل ہونا ہے جو اس صدی کے دو خطرناک ترین رخ ہیں۔ مشرق و مغرب مغربی تہذیب کی غلامی اختیار کر کے اعلیٰ معیار زندگی کو خدا سمجھ کر دولت اور عورت کی تلاش میں موت کی وادی کا سفر طے کر رہے ہیں۔ دونوں کی تباہی مقدر ہے جس معاشرے میں بوڑھوں کی دیکھ بھال اور بوڑھے سے باتیں کرنے کے لیے اولاد کو فرصت نہیں، رشتہ داروں کے پاس وقت نہیں وہ ایک تباہ کن معاشرہ ہے۔ جس معاشرے کی عورتوں کو روزگار کے لیے ترک وطن کرنا پڑے اور اپنی عزت عصمت کی حفاظت کے سوال کو روزگار کے غم میں بھلا دینا پڑے، بلکہ یہ سوال خوشحال زندگی کی جستجو میں قابل ذکر سوال ہی نہ رہے۔ اس معاشرے کی تباہی بھی یقینی ہے۔ آج نہیں تو کل مشرق اور مغرب دونوں تباہ ہوں گے۔ اگر وہ اسلام کی اصل تعلیمات پر چلنے کے لیے آمادہ نہ ہوئے یہ تباہی جلد مقدر ہے۔

ساحل مارچ ۲۰۰۶ء